SHIVAJI COLLEGE • HINGOLI •

انٹرنیشنل اردو ریسرچ جرنل

سہ ماہی شیرپور (انڈیا)

تزئینِ ادب

جلد نمبر : ۸ شمارہ : ۲ اپریل تا جون ۲۰۱۹ء

سرپرست : پروفیسر اختر الواسع (دہلی)، منور پیر بھائی (پونہ)، ڈاکٹر عبدالکریم سالار (جلگاؤں)

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر ساجد علی قادری (شیرپور)

مُدیر اعزازی : حاجی انصار احمد (بھساول)

اعزازی نائب مدیر : پروفیسر محمد اقبال جاوید (ہنگولی)

مدیر مسئول : ڈاکٹر عتیق احمد قریشی (ہنگولوی)

مشیر اعلیٰ : پدم شری پروفیسر قاضی عبدالستار

نگراں: رفیق جعفر، پونہ

مجلس ادارت (اعزازی)

☆ پروفیسر صغیر افراہیم (علی گڑھ)

☆ پروفیسر علی احمد فاطمی (الہ آباد)

☆ ڈاکٹر بلقیس بیگم (کولکاتہ)

☆ ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ شکیل (برہانپور)

☆ انصاری مسعود اختر (جالنہ)

مجلس مشاورت (اعزازی)

☆ پروفیسر ارتضیٰ کریم (اردو قومی کونسل... دہلی)

☆ پروفیسر ابنِ کنول (دہلی)

☆ ڈاکٹر سید شاہ حسین احمد (پٹنہ)

☆ ڈاکٹر شہاب عنایت ملک (جموں کشمیر)

☆ ڈاکٹر عالیہ کوثر (جالنہ)

Email ID : sajid.qadri7@gmail.com / tazeeneadab@gmail.com

Cell. : 9423288786/ 9423761597 / 9975645187

Plot No. 57, Ganesh Colony, Shirpur Dist. Dhule (M.S.) India - Pin : 425405

اس شمارے کے مشمولات سے ادارہ ''تزئین ادب'' کا متفق ہونا ضروری نہیں، یہ ذمہ داری صاحب قلم کی ہوگی۔

ڈاکٹر ساجد علی قادری نے جی آر آرٹس، مالیگاؤں سے طبع کرواکر شیرپور (مہاراشٹر) انڈیا سے شائع کیا۔

قیمت فی شمارہ: 75/روپے (خاص نمبر ۳۰۰/روپے) سالانہ: 400/ روپے لائف ممبرشپ: 10000 روپے۔

بیرون ممالک سالانہ زرِ تعاون 25/امریکی ڈالر

O اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ آپ کی خریداری معیاد پوری ہوچکی۔ لہٰذا رقم روانہ کیجئے۔

(تزئین ادب حاصل کرنے کا پتا)

سٹی بک ڈپو، محمد علی روڈ، قصاب باڑہ، مالیگاؤں۔ مدینہ بک ڈپو، مولوی گنج دھولیہ۔

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، پرنسیس بلڈنگ، ای۔ آر۔ روڈ ممبئی۔

2018-19

SHIVAJI COLLEGE
HINGOLI

ISSN: 2278-0718

تحقیق و تنقید نمبر

اردو زبان و ادب کا پاسبان سہ ماہی تحقیقی جرنل

سہ ماہی

تزئینِ ادب

اپریل تا جون ۲۰۱۸ء

جلد نمبر ۲
شمارہ نمبر ۲

تحقیق و تنقید سے حاصل یہ ہوا ہے
تہذیب و تمدن کی ہی تزئین ادب ہے

تمینہ گل

PRINCIPAL
Shivaji College
Hingoli.Dist.Hingoli.

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر ساجد علی قادری

قیمت ₹ 200/-

ISSN: 2278-0718

SHIVAJI COLLEGE • HINGOLI •

19	جدید اردو جدید تر شعراء کے شعری موضوعات کا تحقیقی جائزہ نظم کے حوالے سے	اسسٹنٹ پروفیسر عافیہ عظمیٰ، پرلی	100
20	تنقید وادبی تنقید اور اس کی اہمیت وافادیت	ڈاکٹر محمد الطاف بٹ، پٹیالہ	103
21	حالی کا نقد شعر	ڈاکٹر محمد اقبال جاوید شیخ ابراہیم، ہنگولی	108
22	تحقیق کے خدوخال	ڈاکٹر اسرار اللہ انصاری، کھنڈوا	112
23	تحقیق وتنقید۔۔۔۔ محققین کے قلم سے	محمد ابرار الحق عبدالطاہر امجد، بدناپور	117
24	صالحہ عابد حسین کی ناول نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر آفاق انجم شیخ، جلگاؤں	121
25	ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کی تحقیق وتنقید کا اجمالی جائزہ	محمد آصف، امراوتی	124
26	مشرقی تنقید: ابتداء وارتقاء	عبدالباری، دہلی	137
27	نثار احمد فاروقی بہ حیثیت محقق	ڈاکٹر شاہینہ معز، ہگلی (مغربی بنگال)	143
28	اکتشافی تنقید کے بانی....حامد کاشمیری	حارث حمزہ لون، جموں کشمیر	149
29	”ریاست جموں وکشمیر میں اردو تحقیق کا سرمایہ: ایک جائزہ“	محمد حسین وانی، جموں کشمیر	153
30	”ستارہ جو ڈوب گیا“ پروفیسر مجاور حسین رضوی کے مضمون کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ	محمد عارف اقبال اردو بک ریویوں دہلی۔	160
31	تحقیق کے مواد کی فراہمی میں درپیش مسائل ومشکلات	شاہد حبیب، حیدرآباد	164
32	جموں وکشمیر میں اُردو تحقیق وتنقید کی روایت	توصیف احمد بٹ۔ جموں کشمیر	169
33	راجہ گدھ: ایک مطالعہ	یاز محمود، لاہور	173
34	تنقید نگاری میں استقرائی وتشریحی تنقید	پروفیسر شیخ عبدالروف، امباجوگائی	181
35	کلیم الدین احمد اور ان کی علمی وادبی خدمات	محمد خوشتر، حیدرآباد	183
36	سیوا سدن کالج برہانپور کے شعبہ اردو فارسی میں اُردو تحقیقی ایک جائزہ	ڈاکٹر قیصر جمال، برہانپور	189

Assistant Professor
Shivaji College, Hingoli
Tq.& Dist. Hingoli (MS)

97

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

حالی کا نقد شعر

پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید شیخ ابراہیم
صدر شعبہ اردو، شیواجی کالج، ہنگولی مہاراشٹر

جدید غزل گوئی کی ابتداء مولانا الطاف حسین حالی کے دور غزل گوئی سے ہوتی ہے جو کہ سیاسی اعتبار سے کافی ہنگامہ آرائی کا زمانہ تھا، سماجی تبدیلیوں کا زمانہ تھا۔ جو ۱۹ویں صدی میں ہماری زندگی میں کارفرما نظر آتا ہے۔ حالات میں تبدل واقع ہو رہا تھا، مشینی زندگی کا آغاز ہونے جا رہا تھا۔ صنعتی انقلاب کی دھوم دھام تھی۔ مذہبی اور اخلاقی اقدار میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ حب الوطنی کے جذبات اور نئے نئے مسائل حیات سے انسانیت دوچار ہو رہی تھی۔ ایسے ان حالات میں مولانا الطاف حسین حالی نے اپنے شعر گوئی کا آغاز کیا۔

شعر گوئی کے سلسلے میں حالی کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا۔ اور وہ شعر کے ذریعے اصلاح ملت کا کام لینا چاہتے تھے۔ حالی سے قبل اردو شاعری بالخصوص اردو غزل دل والوں کی دنیا تھی۔ وہاں حسن وعشق، گیسو و رخسار کی حکمرانی تھی۔ حالی نے ایسے اس ماحول میں گرمی محفل کے سامان ہی بدل دیئے۔ انجمن پنجاب کی داغ بیل ڈالی گئی اور موضوعی نظم کہنے کا رواج بھی پروان چڑھا۔ اسکے زیر اہتمام مشاعرے بھی منعقد کیے جانے لگے۔ ان مشاعروں میں آزاد اور حالی بھی اپنا کلام سنایا کرتے تھے۔

غزل کی اصلاح کے سلسلے میں حالی نے جو مشورے دیئے تھے اس کے نتیجے میں منظر عام پر آنے والی غزل کو جدید غزل کا نام دیا گیا۔ اور نئی غزل کو بھی لوگ جدید غزل کہتے ہیں۔ اس لئے نئی غزل کو حالی کی جدید غزل سے مختلف ظاہر کرنے کے لئے خلیل الرحمن اعظمی نے اسے جدید تر غزل کا نام دیا ہے وہ کہتے ہیں۔ ''چونکہ جدید تر غزل ذہنی کیفیات اور طرز احساس کی پیداوار ہے اس لئے اس غزل میں ہمیں ایک نئی فضا اور ایک نیا ذائقہ ملتا ہے۔ اس غزل میں پرانی علامتوں کی تکرار گھسے پٹے تلازموں کے بجائے تازہ تر علامتیں اور الفاظ کے نئے تلازمے ملتے ہیں۔ یہ الفاظ اور علامتیں ہمیں ہر جگہ زندہ اور محسوس شکل میں دکھائی دیتی ہیں''۔ (صفحہ ۵۷ جدید غزل کا فنی سیاسی وسماجی مطالعہ۔ ڈاکٹر ممتاز الحق)

حالانکہ مولانا حالی کی تربیت شاعری کی قدیم روایات کے درمیان ہوئی تھی لیکن وہ ایک ترقی پرور ذہن کے مالک تھے۔ اسی لئے انھوں نے اپنے عہد کے تقاضوں کو بہت جلد بھانپ لیا۔ دراصل انھیں مصطفیٰ خان شیفتہ کی صحبت بہت راس آئی۔ جو اردو اور فارسی شاعری کی روایت کے بہت بڑے صحت بخش رجحان کے مالک ہونے کے علاوہ شعر کو پرکھنے کے کچھ اپنے معیار بھی رکھتے تھے شیفقہ کی تربیت نے انکے شعور کو کافی بیدار کیا۔ شفیتہ کے انتقال کے بعد حالی لاہور آئے اور یہیں پر پنجاب گورنمنٹ بکڈپو میں ملازم ہوئے۔

اس وقت لاہور میں کافی خوشگوار ادبی ماحول تھا۔ اس ماحول سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے وہ مغربی علوم وفنون سے بھی کافی متاثر ہوئے جسکے نتیجے میں ان کی نظر میں وسعت پیدا ہونے لگی، دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کا انھیں شعور تھا۔ مولانا حالی کہتے ہیں۔ ''دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے اور ہوتا چلا جاتا ہے، آج کل دنیا کا حال اس درخت کا سایہ نظر آتا ہے جس سے برابر نئی کونپلیں پھوٹ رہی ہیں اور پرانی ٹہنیاں جھڑتی چلی جاتی ہیں اور تناور درخت زمیں کی تمام طاقت چوس رہے ہیں اور چھوٹے چھوٹے تمام پودے جوان کے گردوپیش ہیں سوکھتے چلے جاتے ہیں پرانی قومیں جگہ خالی کرتی ہیں اور نئی قومیں ان کی جگہ

Assistant Professor
Shivaji College Hingoli
Dist Hingoli (MS)
98
Scanned with OKEN Scanner

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

لیتی ہیں۔ اور یہ کوئی گنگا جمنا کی طغیانی نہیں ہے، جو آس پاس کے دیہات کو دریا برد کر کے رہ جائے گی بلکہ یہ سمندر کی طغیانی ہے۔ جس سے تمام کرۂ زمین پر پانی پھرتا نظر آتا ہے۔ (مقدمہ شعر و شاعری۔ حالی ص ۲۲۰۔ ۲۱۹ مرتب ڈاکٹر وحید قریشی) مولانا حالی یورپی خیالات کی افادیت و اہمیت سے واقف تھے۔ ایک جگہ ان سے استفادہ حاصل کرتے کی ان الفاظ میں تلقین کرتے ہیں۔

''اہل یورپ جو آج لٹریچر میں بھی مثل علوم و فنون و صنائع کے نام دیتا ہے فائق ہیں، اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا میں کوئی مشہور قوم ایسی نہیں جس کی شاعری اور انشاء کا لب لباب ان کی زبانوں میں موجود نہ ہوں پس ہم کو بھی چاہئے کہ جس قوم اور جس زبان کے خیالات ہم کو بہم پہنچیں، ان سے جہاں تک ممکن ہو فائیدہ اٹھائیں۔ اور صرف انہیں چند فرسودہ اور بوسیدہ خیالات پر جو ممکن صدیوں سے برابر بڑھتے چلے آئے ہیں۔ قناعت کر کے نہ بیٹھے رہیں۔'' (مقدمہ شعر و شاعری 234۔ ڈاکٹر وحید قریشی)

انجمن پنجاب کے مشاعروں میں حالی کی بھی شرکت رہی ہے صرف شرکت نہیں رہی ہے بلکہ انھوں نے ان مشاعروں میں اپنی چار مشہور نظمیں بھی پڑھی ہیں۔ جن میں ''برکھا رت''، ''امید''، ''رحم و انصاف''، ''حب وطن'' ہیں۔

حالی کی ادبی زندگی کا یہ دوسرا موڑ تھا۔ جہاں انھوں نے یورپی یا مغربی اثرات کے تحت اپنے نظریات کو منظومات میں پیش کیا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے ان بدلے ہوئے نظریات کے بارمیں اپنی کتاب ''منظومات حالی میں رقمطراز ہیں۔

''ان نظموں میں مغرب کا گہرا اور براہ راست اثر نہیں ہے لیکن بالواسطہ طور پر یہ مغرب کے زیر اثر ضرور لکھی گئی ہیں اور ان میں موضوع اور انداز بیان دونوں اعتبار سے ایک حقیقت نظر آتی ہے''۔

۱۸۵۷ کی ہنگامہ خیزی نے دراصل مولانا حالی کو ہوا کے رخ کے مطابق چلنے پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے اپنا نظریہ تبدیل کر لیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہوا کے مخالف سمت چلنے اور رخ کو تبدیل کر دیتے لیکن انھوں نے بھی پرانی ڈگر کو چھوڑ کر کہا کہ ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔''

لیکن ساتھ ہی ایک اور بات جو حالی کے ساتھ پیش آئی وہ یہ کہ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد جو اثرات مسلم امت پر ہوئے اس کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ہر فرد کے آنکھوں میں مایوسی اور بالخصوص امت کی زبوں حالی سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ وہ قوم مسلم کی بازیافت چاہتے تھے۔ اور پھر انھوں نے تنقیدی شاعری کی ابتداء کی۔ دراصل ان کی شاعری کا صل مرکز و محور مقصدی اور سماجی شاعری تھا۔ اور اس مقصد کے تحت ایک نظم ''زمزمۂ قیصری'' ایک انگریزی نظم کے کچھ حصوں کا زجمہ کیا جس میں کل ۳۵ بند ہیں۔ اس نظم میں کہیں کہیں اضافے بھی کئے گئے ہیں۔ لیکن ان اضافوں کو بین القوسین رکھا گیا ہے۔ س نظم میں قدیم آریہ تہذیب، ہندوستان پر محمود غزنوی کے حملے، مسلمانوں کی تہذیب، ہندی عوام اور ہندوستان کے بکھرنے کے سباب، ان سب امور کو ایک کڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

اے حصار عافیت اے کشور ہندوستاں   زیب دیتا ہے اگر کہتے تجھے سارا جہاں
اے مقدس آریہ ورتھ آئی کیا تجھ پر بلا   جس نے بزم یک دلی کو تیرے برہم کر دیا
پھر ہوا اسلام کے اقبال کا تارا بلند   جانب ہندوستاں محمود نے ہانکا سمند
وہ مسلمانوں کے حق میں ابر رحمت تھا مگر   ہندوں کے دل رہے اس کے ستم سے دردمند

مولانا حالی کا یہ ماننا تھا کہ شاعر کو صداقت سے کام لینا چاہیئے۔ دراصل وہ اردو نظم کو جھوٹ اور مبالغہ سے بچانا چاہتے تھے۔

Assistant Professor
Shivaji College, Hingoli.
Tq.& Dist.Hingoli.(MS.)

ISSN: 2278-07..

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

نیز وہ الفاظ کا نبض شناس ہو۔ مقدمہ شعرو
...ں نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ شاعر کا تخیل بلند اور اس کا مطالعہ آفاقی ہونا چاہئے
شاعری میں انھوں نے غزل، مرثیہ، قصیدہ اور مثنوی کا جائزہ لیا ہے۔ پر انی تنقیدی بصیرت کی روشنی میں انکی چھان بین کی ہے اس
کے مصائب و محاسن کو اجاگر کیا ہے قدیم اصناف میں انہوں نے صرف مثنوی کو اپنے اظہار خیال کیلئے منتخب کیا ہے۔ جدید نظم کی ایک
خصوصیت اس کا باہم ربط و تسلسل، نظم و انصرام ہے۔ اور یہ خوبی مثنوی میں بھی پائی جاتی ہے۔ وہ خود ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"الغرض جتنی صنفیں فارسی اور اردو شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین کے بیان کرنے کے قابل
مثنوی سے بہتر نہیں ہے"۔

یہ چند خیالات تھے جو حالی کے نظم نگاری سے متعلق تھے۔ تاہم انھیں نظم لکھنے کی تحریک کہاں سے ملی تو اس کا سب سے بڑا
تعلق پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو میں ملازمت کے دوران انگریزی کے شعر و ادب سے واقفیت نے ان کے اس شعور کو جلا بخشی اور
جدید نظم کو فروغ دیا۔ چونکہ بھارت میں انگریزوں کی آمد ہو چکی تھی اور وہ اقتدار پر قابض ہو چکے تھے۔ انکی ریشہ دوانیاں اپنے عروج
پر تھیں۔ شعبہ ہائے زندگی پر پوری طرح انگریزی تہذیب اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ مشرقی تہذیب کو اپنے دام فریب میں
مبتلا کر رہی تھیں۔ نیز ادب بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکا اور اس میں بھی انگریزی الفاظ کا کثرت سے استعمال شروع ہو گیا۔
بظاہر یہ چیز بری نہیں ہے لیکن بہر حال اپنا اثر ضرور چھوڑتی ہے۔ حالی کے یہاں بھی ہمیں ان الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ اس کے علاوہ
چند انگریزی نظمیں بھی انکی نظروں سے گذری جسکا انہوں نے ترجمہ کیا۔ ان ترجموں میں زمزمہ قیصری کے عنوان سے مسٹر اسٹوک
کی نظم کے پہلے حصے کا منظوم ترجمہ بھی ہے۔ حالی کے یہ منظوم اور منثور ترجمے فنی اعتبار سے فنی خوبیوں سے آراستہ نظر نہیں آتے لیکن یہ
بات بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ وہ انگریزی کو نہ جانتے ہوئے بھی انگریزی نظموں سے بلا واسطہ واقف تو ہو چکے تھے۔

"برکھارت" پہلی نظم ہے جو حالی نے انجمن پنجاب کے ۱۸۷۴ء کے جلسے میں پڑھی تھی۔ نظم کے صوری اور معنوی تصور کے
اعتبار سے یہ اچھی نظم ہے، اس میں گرمی کی شدت اور برسات کی بہاروں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ یہ نظم بڑی حد تک حالی کے مقرر کردہ
اصول سادگی اصلیت اور جوش سے مملو ہے اور قدیم شاعری کی مبالغہ آرائی اور تصنع کے خلاف رد عمل کی ایک اچھی مثال ہے۔

گرمی سے تڑپ رہے تھے جاندار　اور دھوپ میں تپ رہے تھے کوہسار

ایک دوسری تصویر ملاحظہ ہو

کل شام تلک تو تھے یہی طور　پر رات سے ہے سماں ہی کچھ اور

دوسری نظم "نشاط امید" اس نظم میں شاعر امید کے اوصاف گنا تا چلا جاتا ہے مختلف بزرگوں اور پیغمبروں کا حوالہ دے کر
مایوسیوں کے اندھیروں میں انہیں راہ دکھائی تھی۔ نظم کا آخری حصہ جو گیارہ اشعار پر مشتمل ہے جو قابل توجہ ہے

ہوتا ہے نومیدیوں کا جب ہجوم　آتی ہے حسرت کی گھٹا جھوم جھوم
لگتی ہے ہمت کی کمر ٹوٹنے　حوصلہ کا لگتا ہے جی چھوٹنے

"حب وطن" تیسری نظم "رحم و انصاف" بھی اچھی نظم ہے جو مکالماتی تکنیک پر مشتمل ہے۔ حالی نے اور بھی نظمیں لکھی
ہیں جو دراصل ان کی نظم نگاری کے دوسرے دور سے متعلق ہیں جو مختلف اصناف کی اقسام میں لکھی گئیں۔ یہ وہ شعری سرمایہ ہے جو
مثنوی ترکیب بند اور قطعہ کی شکل میں ہیں۔ جس میں عموماً قوم کی موجودہ پستی اور ادبار موضوع بنایا گیا ہے۔ دوسری طرف انھوں
نے مرثیہ بھی بہت خوب لکھیں ہیں جس میں انھوں نے خاص طور پر اسے شخصی غم کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ جو چند مرثیہ لکھے ان
میں جسے خاص اہمیت حاصل ہے وہ "مرثیہ غالب" ہے اس میں انتہائی رنج و غم کی حالت میں انھوں نے اپنے دل کی کیفیت کو بیان

Assistant P...

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

کیا ہے کہتے ہیں۔

ہند میں نام پائے گا اب کون　　سکہ اپنا بٹھائے گا اب کون
ہم نے جانی ہے اس سے قدر سلف　　ان پہ ایمان لائے گا اب کون

اس طرح انکی ایک اور نظم ہے جو دہلی کی تباہی پر لکھی گئی انتہائی رقت آمیز ہے۔ اسکے بعد حالی کے زندگی کے تیسرے دور کا آغاز ہوتا ہے جس میں انھوں نے بہت ہی یادگار نظم ''مسدس حالی'' لکھی۔ اور وہ بھی ایسے دور میں لکھی گئی جہاں نئی تہذیب اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ پوری قوت سے آگے بڑھ رہی تھی اور پرانی قدریں دم توڑ رہی تھیں۔ ایسے اس ماحول میں حالی جیسے حساس ذہن کے مالک شخص کے روحانی درد و کرب کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ لیکن اس وقت انہیں ایک مصلح قوم سے سابقہ پیش آیا جس نے حالی کے افکار و خیالات کو جلا بخشی اور وہ شخصیت سر سید احمد خاں کی تھی۔ مسلمانوں کی ہر قسم کی پستی کا علاج اور ہماری ماضی کی تاریخ نے انھیں اپنی طرف متوجہ کیا اور اسکی تابنا کی وہ روشن مستقبل کا خواب دیکھنے لگے۔ اسی قومی احساس نے ان سے ''مسدس حالی'' لکھوائی۔ جسکے سب سے بڑی محرک تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

''ناگاہ دیکھا کہ ایک خدا کا بندہ سر سید جو اس میدان کا مرد ہے، ایک دشوار گزار راستے میں رہ نورد ہے' بہت سے لوگ جو اس کے ساتھ چلے تھے تھک کر پیچھے رہ گئے ہیں، بہت سے ابھی افتان و خیزان چلے جاتے ہیں۔ لیکن وہ الوالعزم آدمی جوان سب کا رہنما ہے اسی طرح تازہ دم ہے' ملامت کی اور غیرت دلائی کہ حیوان ناطق اور انسانیت کا دعویٰ کرنا اور خدا کی دی ہوئی زبان سے کچھ کام نہ لینا بڑی شرم کی بات ہے''۔ (مسدس حالی دیباچہ ص ۱۹)

اس نظم میں مولانا حالی نے ظہور اسلام اور اس کے بعد مسلمانوں کی ہمہ جہت ترقی و کامرانی' امامت و قیادت کا نقشہ کھینچا ہے۔ پھر اس کے بعد ان کی پستی اور زوال کا نقشہ کھینچ کر نئی تعلیم و تہذیب سے استفادہ حاصل کرنے کی تلقین کی ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مسدس بھی ایک المیہ ہے۔ جس نے شاعر کی روح کی گہرائیوں میں جنم لیا ہے۔

مسدس کی زبان و بیان کے بارے میں حالی اس کے دیباچے میں خود تحریر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ''نہ کہیں نازک خیالی ہے نہ کہیں رنگین بیانی ہے'' نہ مبالغہ کی چاٹ ہے نہ تکلف کی چاشنی''

مجنوں گورکھپوری کی بات پر میں اپنی تحریر کو سمیٹتا ہوں۔

''اردو شاعری میں آج جو سیدھا پن اور فطری انداز پایا جاتا ہے۔ اسکے موجد اور مبلغ حالی ہیں۔''

حوالہ جاتی کتب:

۱) جدید اردو نظم اور یورپی اثرات　　پروفیسر حامدی کاشمیری
۲) مقدمہ شعر و شاعری　　خواجہ الطاف حسین حالی
۳) حالی سے میراجی تک　　کوثر مظہری
۴) مسدس حالی　　خواجہ الطاف حسین حالی
۵) اردو شاعری میں جدیدیت کی روایت　　عنوان چشتی

☆☆☆

Assistant Professor
Shivaji College,Hingoli.
Tq.& Dist.Hingoli.(MS.)

Assistant Professor
Shivaji College,Hingoli.
Tq.& Dist.Hingoli.(MS.)

ISSN:2278-0718 Vol. 2, Issue No. 2nd, April to June 2018 RNI No.: MAHURD/2017/72365

International Research Journal In Urdu Language

TAZEEN-E-ADAB

AN INTERNATIONAL REGISTERED REFERRED QUARTERLY RESEARCH JOURNAL FOR URDU LANGUAGE

U.G.C. Approved Journal Editor: Dr.Sajid Ali Qadri

تنقید

اگر ہم اپنی زبان کو دنیا کی تہذیب وترقی یافتہ زبانوں کی فہرست میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہماری خواہش ہے کہ اپنے ادب کو کچھ ہی عرصے بعد انگریزی وفرانسیسی اور جرمن ادبیات کے پہلو بہ پہلو دیکھیں۔ اگر ہم ملک وقوم میں شیکسپیئر اور بیکن، گوئٹے اور کانٹ، روسو اور اناطول فرانس، ڈاسٹیوسکی اور ٹالسٹائی جیسی شخصیتیں دیکھنا چاہتے ہیں، اور اگر ہم اپنے اس دعوے کو کامیاب بنانے کے متمنی ہیں کہ یہ اُردو زبان اور صرف اردو زبان ہی ہے جو نہایت سہولت کے ساتھ ہندوستان کی مشترکہ زبان بن سکتی ہے تو ہمیں چاہیے کہ جلد تنقید کے صحیح اصول اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کی طرف متوجہ ہوں۔ [روح تنقید ڈاکٹر محی الدین قادری زور]

تنقید کے اصول ادب اور تخلیق سے اخذ کیے جاتے ہیں، اور پھر ادب وفن کی تفہیم، تجزیے اور قدر شناسی کے لیے انھی پر آزمائے جاتے ہیں۔ اس لیے کسی نے سچ کہا ہے کہ ادب کے لیے تنقید سانس کی طرح ناگزیر ہے۔ زندگی کی طرح ادب میں تنقید کی ناگزیریت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اسی کے ساتھ تنقید تلوار کی دھار پر چلنے کا فن ہے اور سچ بولنے اور حق کر دکھانے کا ہنر ہے۔ [تنقید نامہ پروفیسر عنوان چشتی]

رہا تنقید کا معاملہ تو اس کا کام ادب کی تقویم اور تشریح ہے۔ وہ نہ صرف ادبی تحریر کو غیر ادبی تحریر سے ممیز کرنے پر قادر ہے بلکہ ادبی تحریر کے معیار ساخت اور مزاج کا تجزیہ بھی کرتی ہے۔ [ڈاکٹر وزیر آغا]

The Tazeen-E-Adab, Quarterly, Printed, Published and Owned by Sajid Ali Qadri
Printed at: G.R. ARTS, 369, Bharad Galli, Malegaon, Dist. Nasik and Published at Plot No.57,Ganesh Colony, Shirpur. Dist.Dhule (M.S.) India Pin:425405 Email Id: tazeeneadab@gmail.com, sajid.qadri7@gmail.com

SHIVAJI COLLEGE HINGOLI

PRINCIPAL
Shivaji College
Hingoli.Dist.Hingoli.